حیات امام موسیٰ کاظمؑ

حضرت شہید صفی پوری

نام ونسب:

اسم مبارک موسیٰ، کنیت ابوالحسن وابوابراہیم ابوعلی ابواسماعیل۔ لیکن ابوالحسن سب سے مشہور ہے۔ القاب کاظم وصابروصالح وامین۔ لقب مشہور کاظم ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام جعفر صادقؑ تھے اور ماں حمیدہ بربریہ تھیں۔

ولادت:

۷ رصفر ۱۲۹ھ کو ولادت ابواء میں ہوئی جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک منزل ہے۔

امامت:

آپ ۱۴۸ھ میں حضرت امام جعفر صادق کی وفات کے بعد بیس برس کی عمر میں امامت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ اپنے مقدس باپ کے فیض تربیت اور ذاتی صلاحیتوں نے حضرت کو نہایت بلند درجۂ علم پر فائز کر دیا تھا۔ بیس سال کے مختصر عرصہ میں آپ کے کمالات علمی کا شہرہ ہو گیا اور امام جعفر صادق نے آپ کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا۔ معلوم ہوا کہ امامت ایک خاص درجۂ علم کا نام ہے جو میراث سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

عہد امام کے سیاسی حالات:

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ خلافت منصور دوانقی کے آخری دور میں امام ہوئے۔ منصور دوانقی نہایت ظالم بادشاہ تھا اس نے بے شمار سادات کو قتل کرا دیا تھا۔ اور زندہ دیواروں میں چنوا دیا تھا۔ امام جعفر صادقؑ کے خلاف اس نے سازشیں کیں یہاں تک کہ زہر دغا سے شہید کرا دیا۔ امام جعفر صادقؑ کو بھی اپنے بعد امام موسیٰ کاظمؑ پر مظالم کا اندیشہ تھا۔ یہی سبب تھا کہ آپ نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنی جائداد کے انتظام کے لئے پانچ وصی مقرر فرما دیئے تھے اور ان پانچ آدمیوں میں خود منصور کا بھی نام تھا۔ اس کے علاوہ محمد بن سلیمان حاکم مدینہ اپنے بڑے بھائی عبداللہ افطح حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور ان کی والدہ معظّمہ حمیدہ بربریہ کو بھی وصی مقرر کیا۔ امامؑ نے منصور کو وصی مقرر کر کے اس کی سیاسی کارروائیوں میں رکاوٹ ڈال دی جب منصور کو حضرت کی وفات کی اطلاع ہوئی تو اس نے بربنائے مصلحت تین مرتبہ انا للهِ وانّا الیہِ رَاجِعُون کہا اور پھر حاکم مدینہ کو لکھا کہ انھوں نے پانچ وصی مقرر کئے ہیں جن میں سے آپ بھی ہیں وہ یہ سن کر خاموش ہو گیا اور کہنے لگا کہ پھر یہ لوگ قتل نہیں کئے جا سکتے۔ اس کے بعد اس نے امامؑ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ منصور عمر بھر شہر بغداد کی تعمیر میں مصروف رہا اور ممکن ہے کہ اس وجہ سے بھی اسے امامؑ کی طرف توجہ کی فرصت نہ ملی ہو بہرحال امام اس کے عہد میں امن وسکون کے ساتھ فرائض

امامت انجام دیتے رہے۔

اس کے تقریباً دس سال کے بعد ۱۵۸ھ کے آخر میں جب منصور دوانقی کی وفات ہوئی تو مہدی خلیفہ ہوا۔ ابتداء میں اس نے امامؑ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ مگر ۱۶۴ھ میں جب وہ حجاز حج کرنے کے بہانہ سے آیا تو امام موسیٰ کاظمؑ کو مکہ سے بغداد لے گیا اور قید کر دیا۔ حضرت وہاں ایک سال تک قید رہے۔ لیکن حضرت کی شخصیت سے متاثر ہو کر مدینہ واپس بھیج دیا۔

۱۶۹ھ میں خلافت ہادی کا دور آیا۔ اس نے حضرت کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔ اس نے صرف ایک سال اور ایک مہینہ حکومت کی۔

اس کے بعد ہارون رشید کا دور آیا وہ ۱۷۰ھ میں تخت نشین ہوا۔ تخت نشین ہونے کے بعد ہی سے ہارون رشید کو امام موسیٰ کاظم کے قتل کی فکر پیدا ہوگئی وہ امام کے مذہبی اقتدار کو دیکھ نہیں سکتا تھا مگر باوجود اتنی دشمنی کے امام موسیٰ کاظمؑ کے خلاف کوئی الزام تراش نہ سکا۔ ایک طرف امام موسیٰ کاظمؑ کی امن پسندی اور خاموش زندگی۔ دوسری جانب سیاسی مسائل کی دشواریوں نے اسے نو برس تک امام سے مزاحمت کا موقع نہیں دیا۔ ابن بابویہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے چاہا کہ اپنی اولاد کو خلیفہ مقرر کرے۔ چنانچہ اس نے محمد امین پسر زبیدہ کو ولی عہد بنایا اور جعفر بن اشعث کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ یحییٰ بن خالد برمکی ہارون رشید کے وزیر اعظم کو جعفر بن اشعث سے رقابت پیدا ہوگئی۔ اس نے خیال کیا کہ اگر خلافت محمد امین تک پہنچی تو وزارت کا عہدہ مجھ سے چھین لیا جائے گا اس نے سیاسی چال چلی کہ جعفر بن اشعث پر شیعیت کا الزام لگایا اور کہا کہ وہ موسیٰ بن جعفر کو امام مانتا ہے اور جو کچھ اسے ملتا ہے اس کا خمس حضرت کو بھیجتا ہے۔ ہارون رشید کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کو امام موسیٰ کاظمؑ کی ایذا رسانی کی فکر پیدا ہوگئی۔ ایک اس نے پوچھا کہ آل ابوطالب میں کون ایسا ہے جس کو بلا کر موسیٰ بن جعفر کا حال اس سے دریافت کروں۔ لوگوں نے محمد بن اسمٰعیل کا نام بتایا جو حضرت کے بھتیجے اور اسمٰعیل کے فرزند تھے۔ اسمٰعیل حضرت موسیٰ کاظمؑ کے بڑے بھائی تھے اور لوگوں کا خیال تھا کہ امام جعفر صادقؑ کے بعد وہی امام ہوں گے لیکن لوگوں کا خیال غلط نکلا۔ اور حضرت اسمٰعیل کی وفات عہد امام جعفر صادقؑ ہی میں ہوگئی اور امام موسیٰ کاظم کو منصب امامت عطا ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض لوگ اس کے بعد بھی ان ہی کو امام سمجھتے رہے۔ اور فرقہ اسمٰعیلیہ وجود میں آ گیا۔ محمد بن اسمٰعیل اسی وجہ سے امام موسیٰ کاظمؑ سے مخاصمت رکھتے تھے۔ چونکہ ان کے ماننے والے تعداد میں کم تھے اس لئے وہ امام سے کھلم کھلا مخالفت کو خلاف مصلحت خیال کر کے ظاہری طور پر ان کی مخالفت نہیں کرتے تھے اور ان کے یہاں آمد و رفت بھی رکھتے تھے۔ ہارون رشید نے جب محمد بن اسمٰعیل کا نام سنا تو انھیں نامہ لکھ کر طلب کیا انھوں نے دربار خلافت میں باریابی حاصل کرنے کی غرض سے فوراً بغداد جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس وقت وہ پریشان حال تھے یہاں تک کہ زاد راہ کے لئے بھی روپیہ نہ تھا۔ محمد بن اسمٰعیل امام کے پاس آئے حضرت نے پوچھا۔ کہاں کا ارادہ ہے؟

کہا بغداد کا۔ کہا کہ کیوں جاتے ہو؟ کہا۔ پریشان ہوں اور مقروض ہوں۔ ممکن ہے کہ وہاں جاکر کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا۔ میں تمہارا قرض ادا کروں گا اور تمہارے اخراجات کا کفیل ہوں گا۔ انھوں نے قبول نہ کیا اور کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نصیحت کرتا ہوں کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا اور میری اولاد کو یتیم نہ کرنا۔ پھر کہا کہ کچھ اور ہدایت کیجئے۔ حضرت نے پھر وہی فرمایا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ یہی وصیت کی۔ حضرت نے چلتے وقت ان کو ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم مصارف سفر کے لئے عطا کئے۔ جب وہ چلے گئے تو حضرت نے فرمایا۔ خدا کی قسم یہ میرے خون میں شریک ہوگا اور میری اولاد کو یتیم کرے گا۔ لوگوں نے کہا یابن رسولؐ اللہ! آپ جانتے ہیں کہ وہ ایسا کرے گا اور پھر احسان کرتے ہیں اور اتنا زیادہ مال عطا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میرے بزرگوں نے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ ''جب کوئی شخص کسی کے ساتھ احسان کرتا ہے اور وہ اس کے جواب میں بدی کرتا ہے اور وہ شخص اس کے ساتھ احسان کرنے سے باز نہیں رہتا تو حق تعالیٰ اس سے اپنے رحم کو قطع کر لیتا ہے اور اپنے عذاب میں گرفتار کر دیتا ہے۔

جب محمد بن اسمٰعیل بغداد پہنچے تو یحییٰ بن خالد برمکی ان کو گھر لے گیا اور ان کو سکھا دیا (علامہ مجلسی نے کتاب جلاء العیون ص، ۲۵۵ پر اس واقعہ کو نقل کیا ہے) کہ جب وہ ہارون کے سامنے جائیں تو اپنے چچا کی نسبت کچھ ایسی باتیں بیان کر دیں جس سے وہ غضبناک ہو جائے اور پھر انھیں ہارون کے پاس لے گیا جب وہ داخل ہوئے تو خلیفہ کو سلام کیا اور کہا کہ میں نے ایک وقت میں ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں دیکھے۔ تو اس شہر میں خلیفہ ہے اور موسیٰ بن جعفرؑ مدینہ میں خلافت کر رہے ہیں۔ اطراف ملک سے ان کے پاس خراج آتا ہے۔ انھوں نے بہت مال و اسلحہ جمع کر رکھا ہے۔ ہارون نے حکم دیا کہ انھیں دس ہزار درہم دیئے جائیں جب وہ گھر لوٹے تو ان کے حلق میں درد پیدا ہو گیا اور اسی شب کو ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ روپیہ خلیفہ نے پھر واپس لے لیا۔

اسی زمانے میں عبداللہ بن حسن کے فرزند یحییٰ کے قتل کا دردناک واقعہ ظہور میں آیا۔ یحییٰ سے امام موسیٰ کاظمؑ کو کوئی سروکار نہ تھا بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ امام نے حکومت کی مخالفت سے منع بھی کیا تھا۔ یحییٰ بن عبداللہ کی مخالفت کو بہانہ بنا کر حکومت نے بنی فاطمہ پر تشدد شروع کر دیا اور امام موسیٰ کاظمؑ بھی اس واقعہ کے اثر سے نہ بچ سکے۔

ہارون نے ۱۷۹ھ میں اپنی اولاد کی خلافت کے استحکام کے لئے اور امام موسیٰ کاظمؑ کی گرفتاری کے لئے حج کا ارادہ کیا اور چاروں طرف فرمان بھیجے کہ علماء و سادات و اعیان و اشراف سب مکہ میں حاضر ہوں تاکہ ان سے بیعت لی جائے اور اپنی اولاد کی ولایت کا اعلان کیا۔ مکہ کے بعد وہ مدینہ آیا۔ دو ایک روز کے قیام کے بعد امام موسیٰ کاظم کو روضۂ رسولؐ میں بحالتِ نماز گرفتار کرالیا۔ یہ واقعہ ۲۰ رشوال ۱۷۹ھ کا ہے۔ ہارون نے دو محملیں تیار کرائیں۔ ایک کو بصرہ اور دوسری کو بغداد اپنے محافظ دستوں کے ساتھ روانہ کیا تاکہ کسی کو امام کے محل قیام کا پتہ نہ چل سکے اور کوئی جماعت امام کو قید سے چھڑانے کی کوشش نہ کر سکے۔ ذی الحجہ کو ایک مہینہ سترہ دن کے بعد آپ بصرہ پہنچے۔ عیسیٰ بن جعفر

ہارون کا چچازاد بھائی حاکم بصرہ تھا۔ایک سال تک اس کی قید میں رہے۔امام کی بلندی سیرت اور عظیم شخصیت نے عیسیٰ کے دل کو متاثر کردیا۔ یہاں تک کہ اس نے ہارون کو لکھا کہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کو قید کرنا حق بجانب نہیں ہے ہارون عیسیٰ سے بدگمان ہوگیا اور امام کو بغداد بلا بھیجا۔وہاں امام کو فضل بن ربیع کی حراست میں رکھا گیا۔ پھر فضل بن ربیع کا بھی شیعیت کی طرف رجحان دیکھ کر اس نے یحییٰ برمکی کو محافظ مقرر کیا۔

شہادت:

سب سے آخر میں امام سندی ابن شاہک کی قید میں رہے۔ یہ نہایت سنگ دل اور بے رحم انسان تھا۔ آخر اسی کی قید میں حضرت کو انگور میں زہر دیا گیا۔ ۵۵ رسال کی عمر میں ۲۵ ررجب ۱۸۳ھ بروز جمعہ شہادت ہوئی۔آپ کی لاش کے ساتھ بھی حکومت نے کوئی اعزازی طریقہ اختیار نہیں کیا۔ کچھ اشخاص نے امام کے جنازے کو لے لیا اور بغداد سے باہر دفن کردیا۔اب مدفن امام کاظمین کے نام سے مشہور ہے۔

اخلاق واوصاف

سوانح حیات ائمہ کا سب سے اہم جزو ان کے اخلاق واوصاف کا بیان ہے۔کردار انسانی کی درستی ہر امام کا مقصد حیات تھا۔اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ کا یہی وہ جزو ہے۔ جسے تاریخ انسانیت کا جوہر سمجھا جاسکتا ہے۔امام موسیٰ کاظم کے القاب ان کے اوصاف حمیدہ کے مظہر ہیں۔ یعنی کاظم (غصہ کو پینے والے)، صابر وامین وصالح۔ بے شک حلم وبرداشت کی صفت آپ میں انتہائی نمایاں تھی۔اس لئے آپ کا لقب کاظم سب سے زیادہ مشہور ہوگیا۔لیکن امین کا لقب اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ حقیقی ورثہ دار احمد مصطفیٰؐ تھے۔اور ''خلق عظیم'' کے آئینہ بردار تھے۔اور صابر کا لقب بتاتا ہے کہ آپ کی رگوں میں خون حسینی موج زن تھا۔آپ کے حسن خلق کی رفعت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ مدینہ کا ایک حاکم آپ کو اذیت پہنچاتا تھا اور بار بار حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ آپ کے اصحاب نے مشتعل ہوکر آپ سے انتقام کی اجازت چاہی۔آپ نے منع فرمایا اور اس کے پاس خود تشریف لے گئے اور ایسا طرز عمل اختیار فرمایا کہ وہ اپنی گستاخیوں پر پشیمان ہوا اور اپنا رویہ تبدیل کردیا۔اس کے بعد حضرت نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ وہ طریقہ اچھا تھا جو تم لوگ اختیار کرنا چاہتے تھے یا یہ بہتر ہے، جو میں نے اختیار کیا۔ان لوگوں نے قائل ہوکر کہا کہ وہی بہتر اور حکیمانہ طریقہ کار تھا جو آپ نے پسند فرمایا۔

کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کو لوگ ''عبد صالح'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔آپ کا معمول تھا کہ ہر نماز صبح کے تعقیبات کے بعد سجدے میں پیشانی رکھ دیتے تھے اور زوال آفتاب کے بعد سر اُٹھاتے تھے۔ سخاوت اور فیاضی میں آپ کا شہرہ تھا۔

کردار امامؑ سے نوع انسانی کے درس حقیقت

دور حاضر کے ناخوشگوار ماحول میں جب فکر انسانی کو خودکامی اور نفسانیت نے مفلوج بنادیا ہے۔جب سیاست نے انسانیت کا بھیس بدل بدل کر حقیقت کو مشکوک کردیا ہے اور جب انتشار ذہنی سے حقیقت کا جذبہ سرد ہوچکا ہے

ضرورت ہے کہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کے ایسے منور الفکر انسانوں کے تذکرہ سے ذہنوں کو روشنی عطا کی جائے جنھوں نے اپنے بلند پایہ اصولوں کی مدد سے بڑی سے بڑی مشکل میں بھی عزم و ثبات کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یقیناً ان کا علم نہایت مقدس اور حقیقی تھا ورنہ ان کے کردار میں اتنی بلندی نہیں پیدا ہوسکتی تھی جس کا بار بار مظاہرہ ہوا۔

عیسیٰ بن جعفر اور فضل بن ربیع کا امام کی سیرت سے متاثر ہوجانا کوئی معمولی بات نہیں ہے جو شخص قید میں ہو اس کی شخصیت اس وقت تک اثر انداز نہیں ہوسکتی جب تک وہ انتہائی بلند پایہ انسان نہ ہو۔ اس لئے کہ بحالت مجبوری علم و برداشت وصبر کا مظاہرہ زیادہ وقیع ثابت نہیں ہوتا۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ مجبوری کا دوسرا نام صبر ہے۔ لیکن یہ وہ بلند پایہ ہستیاں تھیں جن کے یہاں اقتدار کے ساتھ خاکساری اور مجبوری کے ساتھ وقار نفس کی شان نظر آتی ہے۔ اس لئے ہر حالت میں ان کے نفوس غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوتے تھے۔

محمد بن اسمٰعیل کے ارادہ سے واقف ہوتے ہوئے بھی امام نے ان کے ساتھ احسان کیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جانتے تھے کہ نیکی خود اپنا اجر ہے۔ یہ اصول تمام انسانیت اور اخلاق کا سرچشمہ ہے۔ اس اصول سے بے شمار نتائج نکلتے ہیں جو اتنے اہم ہیں کہ ان کے لئے مستقل تصانیف کی ضرورت ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب ''فلسفہ تمدن'' مصنفہ شہید صفی پوری۔ اس کتاب میں معاشی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور تمدنی مسائل کا علمی حل پیش کیا گیا ہے۔ اور ایسی مشترکہ بنیادیں بیان کی گئی ہیں جن پر فلسفہ وسائنس دونوں کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔)

(۱) جب نیکی خود اپنا اجر ہے تو معلوم ہوا کہ نیکی مفید ہے۔

(۲) چونکہ مفید شئے کو اختیار کرنا دانشمندی ہے لہٰذا نیکی دانشمندی ہے۔

(۳) چونکہ علم ہی دانشمندی ہے اس لئے نیکی علم ہے۔ (یہی سقراط کا بھی قول تھا کہ نیکی علم ہے لہٰذا اس کی تعلیم دی جاسکتی ہے۔)

(۴) اور چونکہ علم قانون قدرت سے واقفیت کا نام ہے جو اللہ کا نافذ کیا ہوا ہے۔ اس لئے نیکی دین فطرت ہے یعنی نیکی انسان کی فطرت ہے۔

(۵) جب انسان کی فطرت نیکی ہے اور نیکی علم ہے تو معلوم ہوا کہ علم سے نیکی پیدا ہوتی ہے اور جہل سے بدی۔

(۶) جب بدی جہل سے پیدا ہوتی ہے تو برے انسانوں سے نفرت غیر حکیمانہ فعل ہے۔ اور یہی سبب تھا کہ امام نے حاکم مدینہ کے ساتھ نفرت انگیز برتاؤ کرنے کے بجائے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے فعل پر نادم ہوا اور اس نے اپنا رویہ تبدیل کرلیا۔

یہی نفرت اس وقت دنیا میں تمام تفریقوں کا سبب بنی ہوئی ہے۔ کاش! انسان انسان سے محبت کرنا سیکھ جائے تاکہ تفریق وانتشار کی تباہ کاریاں ختم ہوجائیں اور دنیا میں امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔ نوع انسان کو اس وقت ائمہ معصومینؑ کے اسوۂ حسنہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔ یہی وہ جلوہ زار حقیقت ہے جس سے کسب فیض کرکے درس حقیقت لیا جاسکتا ہے۔

❁❁❁